احمدی احباب کی تعلیم وتربیت کے لئے

ہفتہ 21 دسمبر 2013ء

روزنامہ

1913ء سے جاری شدہ

FR-10

الفضل

The ALFAZL Daily

ٹیلی فون نمبر 047-6213029

ایڈیٹر : عبدالسمیع خان

web: http://www.alfazl.org
email: editor@alfazl.org

ہفتہ 21 دسمبر 2013ء 17 صفر 1435 ہجری 21 فتح 1392 ہش جلد 63-98 نمبر 289

یتیم کی عزت نہ کرنے والے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

خبردار! درحقیقت تم یتیم کی عزت نہیں کرتے۔ اور نہ ہی مسکین کو کھانا کھلانے کی ایک دوسرے کو ترغیب دیتے ہو۔ اور تم ورثہ تمام تر ہڑپ کر جاتے ہو اور مال سے بہت زیادہ محبت کرتے ہو۔

(الفجر 18تا21)

ارشادات عالیہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ

اللہ تعالیٰ نے حقوق کے دو ہی حصے رکھے ہیں۔ ایک حقوق اللہ دوسرے حقوق العباد۔ اس پر بہت کچھ قرآن کریم میں بیان کیا گیا ہے۔ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (۔) یعنی اللہ تعالیٰ کو یاد کرو جس طرح پر تم اپنے باپ دادا کو یاد کرتے ہو بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔ اس جگہ دو رمز ہیں۔ ایک تو ذکر اللہ کو ذکر آباء سے مشابہت دی ہے۔ اس میں یہ سر ہے کہ آباء کی محبت ذاتی اور فطری محبت ہوتی ہے دیکھو بچہ کو جب ماں مارتی ہے۔ وہ اس وقت بھی ماں ماں ہی پکارتا ہے۔ گویا اس آیت میں اللہ تعالیٰ انسان کو ایسی تعلیم دیتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ سے فطری محبت کا تعلق پیدا کرے۔ اس محبت کے بعد اطاعت امر اللہ کی خود بخود پیدا ہوتی ہے۔ یہی وہ اصلی مقام معرفت کا ہے جہاں انسان کو پہنچنا چاہئے۔ یعنی اس میں اللہ تعالیٰ کے لئے فطری اور ذاتی محبت پیدا ہو جاوے۔ ایک اور مقام پر یوں فرماتا ہے۔ (۔) اس آیت میں ان تین مدارج کا ذکر کیا جو انسان کو حاصل کرنے چاہئیں پہلا مرتبہ عدل کا ہے اور عدل یہ ہے کہ انسان کسی سے کوئی نیکی کرے بشرط معاوضہ۔ اور یہ ظاہر بات ہے کہ ایسی نیکی کوئی اعلیٰ درجہ کی بات نہیں بلکہ سب سے ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ عدل کرو۔ اور اگر اس پر ترقی کرو تو پھر وہ احسان کا درجہ ہے۔ یعنی بلاعوض سلوک کرو۔ (۔) اس لئے (۔) انتقامی حدود میں جو اعلیٰ درجہ کی تعلیم دی ہے کوئی دوسرا مذہب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور وہ یہ ہے (۔) یعنی بدی کی سزا اسی قدر بدی ہے اور جو معاف کر دے مگر ایسے محل اور مقام پر کہ وہ عفو اصلاح کا موجب ہو (۔) عفو خطا کی تعلیم دی۔ لیکن یہ نہیں کہ اس سے شر بڑھے۔

غرض عدل کے بعد دوسرا درجہ احسان کا ہے یعنی بغیر کسی معاوضہ کے سلوک کیا جاوے۔ لیکن اس سلوک میں بھی ایک قسم کی خودغرضی ہوتی ہے۔ کسی نہ کسی وقت انسان اس احسان یا نیکی کو جتا دیتا ہے۔ اس لئے اس سے بھی بڑھ کر ایک تعلیم دی اور وہ **ایتاء ذی القربیٰ** کا درجہ ہے۔ ماں جو اپنے بچہ کے ساتھ سلوک کرتی ہے وہ ان سے کسی معاوضہ اور انعام واکرام کی خواہشمند نہیں ہوتی۔ وہ اس کے ساتھ جو نیکی کرتی ہے۔ محض طبعی محبت سے کرتی ہے اگر بادشاہ اس کو حکم دے کہ تو اس کو دودھ مت دے اور اگر یہ تیری غفلت سے مر بھی جاوے تو تجھے کوئی سزا نہیں دی جائے گی بلکہ انعام دیا جاوے گا۔ اس صورت میں وہ بادشاہ کا حکم ماننے کو تیار نہ ہوگی۔ بلکہ اس کو گالیاں دے گی کہ یہ میری اولاد کا دشمن ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ ذاتی محبت سے کر رہی ہے۔ اس کی کوئی غرض درمیان میں نہیں۔ یہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم ہے جو (۔) پیش کرتا ہے۔ اور یہ آیت حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں پر حاوی ہے۔ حقوق اللہ کے پہلو کے لحاظ سے اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ انصاف کی رعایت سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا ہے اور تمہاری پرورش کرتا ہے۔ اور جو اطاعت الٰہی میں اس مقام سے ترقی کرے تو احسان کی پابندی سے اطاعت کرے کیونکہ وہ محسن ہے اور اس کے احسانات کو کوئی شمار نہیں کر سکتا اور چونکہ محسن کے شمائل اور خصائل کو مدنظر رکھنے سے اس کے احسان تازہ رہتے ہیں۔ اس لئے احسان کا مفہوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتایا کہ ایسے طور پر اللہ کی عبادت کرے گویا دیکھ رہا ہے یا کم از کم اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔ اس مقام تک انسان میں ایک حجاب رہتا ہے لیکن اس کے بعد جو تیسرا درجہ ہے **ایتاء ذی القربیٰ** کا یعنی اللہ تعالیٰ سے اسے ذاتی محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور حقوق العباد کے پہلو سے میں اس کے معنے بیان کر چکا ہوں۔ اور یہ بھی میں نے بیان کیا ہے کہ یہ تعلیم جو قرآن شریف نے دی ہے کسی اور کتاب نے نہیں دی۔

(لیکچر لدھیانہ۔ روحانی خزائن جلد20ص 282

بیوت الحمد منصوبہ اور خدمت خلق

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے 1982ء میں بیت بشارت سپین کے افتتاح کے موقع پر بطور شکرانہ بیوت الحمد سکیم کا اعلان فرمایا۔ جس میں ابتدائی طور پر 100 گھر تعمیر کر کے خدا کے حضور پیش کرنے تھے۔ اسی بیوت الحمد منصوبہ کے تحت بیوگان اور مستحقین کو حسب ضرورت رہائش کی سہولت فراہم کی جاتی ہے۔ اس میں خدا نے برکت دی اور اس وقت تک ہر قسم کی سہولیات سے آراستہ بیوت الحمد کالونی میں 112 کوارٹرز تعمیر ہو چکے ہیں اور مزید 18 کوارٹرز آج کل زیر تعمیر ہیں۔ اسی طرح 700 سے زائد خاندانوں کی ان کے اپنے مکانوں کی تعمیر و توسیع کیلئے کروڑوں روپے کی امداد دی جا چکی ہے اور یہ سلسلہ جاری ہے۔ احباب جماعت اس بابرکت تحریک میں زیادہ سے زیادہ مالی قربانی پیش فرمائیں۔ ایک مکمل مکان کی تعمیر کے اخراجات کم وبیش 20 لاکھ روپے ہوتے ہیں۔ ایک مکان کے پورے اخراجات سے لے کر حسب استطاعت آپ جو بھی مالی قربانی پیش فرمائیں مقامی جماعت کے نظام کے تحت یا براہ راست مد بیوت الحمد خزانہ صدر انجمن احمدیہ میں ارسال فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

(صدر بیوت الحمد منصوبہ)

درخواست دعا

☆ مختلف مقدمات میں ملوث افراد جماعت کی باعزت بریت کیلئے درخواست دعا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان احباب کی قربانی قبول فرمائے اور ہر قسم کے شر سے محفوظ رکھے۔

مضمون: باسل نبی ملک

انگریزی سے ترجمہ: مکرم شریف احمد بانی صاحب

The Problem with Codifying Faith

مذہب پر قانون سازی کے مسائل

1947ء میں پاکستان مسلمانوں کے لئے برصغیر میں ایک علیحدہ وطن کے تصور کا نام تھا۔ اس وقت خیال یہی تھا کہ یہ ایک آزاد خیال مملکت ہوگی۔ جہاں مسلمان اور اقلیتیں محفوظ ہوں گی اور اس کے ساتھ ہی یہ تصور بھی عام تھا کہ پاکستان اسلام کا مضبوط قلعہ ہوگا۔ جو سچے مسلمانوں کا گھر ہوگا۔ یہ مقبول عام نعرے تھے۔ جو تقسیم ملک کے وقت ایک محکم اور زبردست دلیل کے طور پر استعمال کئے جاتے تھے۔

یہ دونوں نظریے ساتھ ساتھ پروان چڑھتے رہے اور اس طرح ایک نہ ختم ہونے والی بحث نے جنم لیا کہ قیام پاکستان کا مقصد کیا تھا اور اس کے شہریوں کا کیا کردار تھا۔

یہ افراتفری اور الجھن ہمیں ملکی قوانین میں بھی نظر آتی ہے۔ ہمارا لیگل سسٹم پہلے سے طے شدہ، انسان کے بنائے ہوئے قوانین، روایات اور حدوں کے اندر گھومتا ہے۔ جنہیں اسلامی شرعی قوانین کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کی نیم دلانہ کوشش کی گئی ہے۔

تاہم اس پراگندہ صورتحال نے ایسی کیفیت پیدا کردی ہے جو شاید ان لوگوں کے وہم و خیال میں بھی نہیں تھی۔ جو قانون سازی کے ذریعہ مذہبی قوانین کا نفاذ چاہتے ہیں۔

دراصل ایسے قوانین سب سے پہلے مذہبی گروہوں کو اتحاد کی ایک لڑی میں پرو دیتے ہیں اور انہیں ایسے قوانین پر اکٹھا کر دیتے ہیں۔ مثلاً قتل اور چوری کو واجب القتل اور غیر قانونی قرار دینا اور محنت اور رزق حلال کمانے اور سچائی اور دیانتداری کو قابل تحسین قرار دینا۔ اس کے برعکس پاکستان میں ان اصولوں اور قوانین پر دستور سازی کی کوشش نہیں کی گئی۔ جو مختلف گروپوں اور لوگوں کے نزدیک متفق علیہ ہیں۔ بلکہ ایسی باتوں پر قانون سازی کی گئی ہے جو متنازعہ ہیں اور معاشرہ میں دشمنی اور عداوت پھیلانے کا باعث بن رہے ہیں اور لوگوں کو تقسیم کر رہے ہیں۔ مثلاً رمضان کے مہینہ میں مسلمانوں اور غیر مسلموں پر یکساں قسم کی پابندیاں اور ایک مخصوص گروپ کے افراد کو اس بات سے روکنا کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہیں۔ مسلمانوں کی طرح نماز پڑھیں۔ حتیٰ کہ سلام کہنے پر بھی پابندی۔ یہ اس کی دو واضح مثالیں ہیں۔

مزید برآں مذہبی قوانین بنانا، عام قانون سازی کی نسبت ایک نہایت پیچیدہ اور مشکل بات ہے۔ انسانی قوانین بناتے وقت اس بات کا ادراک ہونا چاہئے کہ مذہبی ہدایات اور احکامات کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے ان کا تقدس اور پاکیزگی برقرار رہے۔

سادہ الفاظ میں کہہ سکتے ہیں کہ ایک ایسا معاشرہ جس میں کسی مذہبی موضوع پر اختلاف رائے کی گنجائش بالکل نہ ہو۔ دانشورانہ مذاکرہ، مباحثہ کی گنجائش بھی نہ ہو اور مذہبی اختلاف نہ تو برداشت کیا جاتا ہو، نہ قابل قبول ہو۔ ایسے معاشرہ میں مذہبی قانون سازی لازمی طور پر فتنہ سازی اور شورہ پشتی کا باعث ہوگی۔ ایسے معاشرے میں اس بات کا امکان نہ ہونے کے برابر ہے کہ کوئی شخص انسان کے بنائے ہوئے قانون کی مخالفت کرے گا۔ یا ایسے کسی قانون کی اصلاح کی کوشش کرے گا۔

دراصل یہ حقیقت ہے اور اس بات کا نتیجہ ہے کہ ایک عام آدمی بلکہ بدقسمتی سے بعض علما بھی۔ اصل شریعت اور ان انسانی قوانین میں کچھ فرق روا نہیں رکھتے۔ اس کے نتیجے میں اگر ان قوانین کی غلطیوں کو درست کرنے کے لئے ترامیم تجویز کی جاتی ہیں۔ تو ایسا کرنا ناممکن بنا دیا جاتا ہے اور ان کو اتنا بلند مرتبہ دے دیا جاتا ہے۔ جو شاید قانون بنانے والوں کا ارادہ نہیں تھا۔

مذہبی قانون سازی نے بدقسمتی سے ان لوگوں کی حوصلہ افزائی کی ہے۔ جنہوں نے مذہب کو اپنی طاقت اور سیاسی اقتدار مضبوط رکھنے کے لئے استعمال کیا ہے۔ اگرچہ ملکی تقسیم کے ابتدائی عرصہ میں کافی عرصہ تک یہ بات دبی رہی۔ لیکن 1960ء کی دہائی میں مذہبی پارٹیوں نے اپنا سیاسی اثر و رسوخ بڑھانے کے لئے مذہبی جذبات کو بھڑکانے کا کام بڑے زور و شور سے شروع کیا۔

دراصل اکثر راہنماؤں نے خواہ وہ مذہبی تھے یا سیاسی مذہبی قانون سازی کو سیاسی حمایت حاصل کرنے کے لئے استعمال کیا۔ ذوالفقار علی بھٹو نے احمدیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا تاکہ اس کی حکومت سیاسی فائدہ حاصل کر سکے۔ جبکہ جنرل ضیاء الحق نے اپنی حکومت کو جائز قرار دلوانے کے لئے اسلامی قوانین کو استعمال کیا۔ دوسرے لیڈروں اور جماعتوں نے بھی مذہبی قوانین کو عوامی حمایت حاصل کرنے اور سیاسی جدوجہد میں مضبوط پوزیشن حاصل کرنے کے لئے استعمال کیا۔ قصہ مختصر، مذہبی قوانین کے لئے جدوجہد، اقتدار حاصل کرنے کا ایک ذریعہ بن گیا، مزید برآں، مذہبی معاملات کو ملاؤں کے سپرد کر دینے کا نتیجہ یہ نکلا کہ شریعت اور مذہبی معاملات کی تشریح میں شدت پسندی آ گئی۔ اس کے نتیجہ میں یہ صورت حالات پیدا ہوگئی کہ مذہبی فتاویٰ اور مشوروں میں انتہا پسندی اور سخت گیری آ گئی اور معاشرہ غیر متحمل اور غیر بردبار ہو گیا اور اختلاف رائے کو گستاخی اور کفر تصور کیا جانے لگا۔

ان حالات میں جب مختلف گروہوں کے نظریات شدت پسندی کی گرفت میں آ جائیں۔ تو اکثریت تحمل اور بردباری کا مظاہرہ کرنے کی بجائے اپنی زیادہ تعداد کے بل بوتے پر طاقت کا مظاہرہ کرتی ہے اور اس کے لئے مذہبی قوانین کا استعمال کرتی ہے۔ آئینی اور قانونی شقیں جن کے تحت احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا۔ اس کی ایک واضح مثال ہیں اور آخر میں ایک بات، مذہبی فتاویٰ پر مبنی قانون سازی کا اقلیتوں پر یکطرفہ منفی اثر ہوتا ہے۔

اگرچہ یہ قانون سازی اس لئے کی جاتی ہے تاکہ ایک عام آدمی قانون اپنے ہاتھ میں نہ لے۔ لیکن درحقیقت معاشرہ کو تقسیم کرنے والی مذہبی تشریحات پر قانون سازی، لوگوں کو اس بات پر اُکساتی ہے کہ وہ اپنے علاوہ دوسروں سے غیر انسانی سلوک کریں اور انہیں ظلم اور تعدی کے ذریعہ غیر محفوظ بنا دیں۔

اندریں حالات، یہ بات واضح ہے کہ اسلامی اصولوں کے بارہ میں قانون سازی اس وقت تک مناسب نہیں جب تک معاشرہ سنجیدگی سے اپنا محاسبہ نہ کر لے اور محاسبہ کے بعد اپنی اصلاح نہ کر لے۔

اس وقت پاکستان دوراہے پر کھڑا ہے اور اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا کہ کون سا راستہ اختیار کرنا ہے۔ مذہبی معاملات پر قانون سازی بھی کرنا چاہتا ہے مگر اس محفوظ حد کے اندر رہتے ہوئے جو اسے ورثہ میں ملی ہے۔ مزید برآں قانون سازی کے بارہ میں کچھ پتہ نہیں کہ کس حد تک تبدیلی کی جا سکتی ہے۔

پاکستان کی یہ تکلیف دہ صورتحال خلیل جبران کے الفاظ میں کچھ اس طرح بیان کی جا سکتی ہے۔ پرندوں کو ایک اعزاز حاصل ہے جو انسان کو حاصل نہیں۔ انسان اپنے فرسودہ قوانین اور روایات کے تحت زندہ رہتا ہے۔ جبکہ پرندے خدا کے بنائے ہوئے قدرتی اصولوں کے تحت زندگی بسر کرتے ہیں، وہ خداوند تعالیٰ جو زمین کو سورج کے گرد گردش میں رکھتا ہے''۔

(ڈان کراچی۔ یکم دسمبر 2013ء)

☆☆☆☆☆☆

سچائی کی دلیل

مسٹر والٹر آنجہانی جو آل انڈیا وائی، ایم، سی اے کے سیکرٹری تھے۔ 1916ء میں سلسلہ احمدیہ کے متعلق تحقیق کے لئے قادیان آئے انہوں نے یہ خواہش کی کہ مجھے بانی سلسلہ احمدیہ کے کسی پرانے رفیق سے ملایا جائے اس وقت منشی اروڑے خاں صاحب قادیان میں تھے۔ مسٹر والٹر کو منشی صاحب کے ساتھ بیت مبارک میں ملایا گیا مسٹر والٹر نے منشی صاحب سے رسمی گفتگو کے بعد یہ دریافت کیا کہ آپ پر مرزا صاحب کی صداقت میں سب سے زیادہ کس دلیل نے اثر کیا؟ منشی صاحب نے جواب دیا کہ میں زیادہ پڑھا لکھا آدمی نہیں ہوں اور زیادہ علمی دلیلیں نہیں جانتا مگر مجھ پر جس بات نے زیادہ اثر کیا وہ حضرت صاحب کی ذات تھی جس سے زیادہ سچا اور زیادہ دیانتدار اور خدا پر زیادہ ایمان رکھنے والا شخص میں نے نہیں دیکھا انہیں دیکھ کر کوئی شخص نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ شخص جھوٹا ہے۔ باقی میں تو ان کے منہ کا بھوکا ہوں مجھے زیادہ دلیلوں کا علم نہیں ہے یہ کہہ کر منشی صاحب مرحوم حضرت مسیح موعود کی یاد میں اس قدر بے چین ہوگئے کہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اور روتے روتے ان کی ہچکی بندھ گئی اس وقت مسٹر والٹر کا یہ حال تھا کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں اور ان کے چہرہ کا رنگ ایک دھلی ہوئی چادر کی طرح سفید پڑ گیا اور بعد میں انہوں نے اپنی کتاب ''احمدیہ موومنٹ'' میں اس واقعہ کا خاص طور پر ذکر کیا اور لکھا کہ جس شخص نے اپنی محبت میں اس قسم کے لوگ پیدا کئے ہیں اسے ہم کم از کم دھوکا باز نہیں کہہ سکتے۔

(رفقاء احمد جلد 4 صفحہ 56)

حضرت منشی اروڑے خاں صاحب کا ہی واقعہ ہے ایک دفعہ بعض غیر از جماعت دوستوں نے آپ سے کہا تم ہمیشہ ہمیں (دعوت الی اللہ) کرتے رہتے ہو فلاں جگہ مولوی ثناء اللہ صاحب آئے ہوئے ہیں تم بھی چلو اور ان کی باتوں کا جواب دو منشی صاحب مرحوم زیادہ پڑھے لکھے نہ تھے دوران ملازمت ہی پڑھنے لکھنے کی انہیں جو مشق ہوئی وہی انہیں حاصل تھی جب ان دوستوں نے زیادہ اصرار کیا تو آپ نے کہا چلو چنانچہ وہ انہیں جلسہ میں لے گئے مولوی ثناء اللہ صاحب نے احمدیت کے خلاف تقریر کی اور اپنی طرف سے خوب دلائل دیئے جب تقریر کر کے وہ بیٹھ گئے تو منشی اروڑے خاں صاحب سے ان کے دوست کہنے لگے بتائیں ان دلائل کا کیا جواب ہے؟ منشی اروڑے خان صاحب فرمانے لگے یہ مولوی ہیں اور میں ان پڑھ آدمی ہوں ان کی دلیلوں کا جواب تو کوئی مولوی ہی دے گا میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ میں نے حضرت صاحب کی شکل دیکھی ہوئی ہے وہ جھوٹے نہیں ہو سکتے۔

(رفقاء احمد جلد 4 صفحہ 67-67)

پبلشر و پرنٹر : طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ مطبع: ضیاء الاسلام پریس مقام اشاعت : دار النصر غربی چناب نگر ربوہ قیمت 5 روپے

مکرم طلحہ احمد بشیر صاحب

حضرت مسیح موعود کی سیرت کے گلہائے رنگارنگ

(قسط دوم)

شفیق باپ

بچوں سے بہت پیار کیا کرتے تھے اور ان کی ساری جائز خواہشات کو پورا کرنے کی کوشش کرتے۔ بچوں کی تربیت کے لئے ہمیشہ کوشاں رہتے جس کے سبب بعض مرتبہ سختی بھی کی ہے مگر بدنی سزا کے سخت مخالف تھے۔ اگر کسی استاد کو ایسا کرتے دیکھتے تو یہ اس کی ناکامی سمجھتے ۔ ان کو سمجھانے کے لئے آپ کا اپنا طریق ہمیشہ پیار اور شفقت والا ہوا کرتا تھا۔ بعض مرتبہ بچوں کو کہانیاں بھی سنایا کرتے تھے مگر اس میں بھی ان کی تربیت کو مدنظر رکھتے۔ بچوں کے بچپنے سے کبھی تنگ نہ آتے بلکہ اکثر اوقات بچے آپ کے ارد گرد جمع ہو جایا کرتے اور کھیلتے یا آپ کو کہانیاں سناتے اور آپ بغیر تنگ آئے گھنٹوں ان کی یہ باتیں سنتے۔ غرض یہ کہ آپ ہر لحاظ سے ایک انتہائی شفیق باپ تھے اور یہ سب اپنے خدا کی رضا پانے کے لئے تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اولاد کی نعمت سے نوازا تو اس فضل پر خدا کے حضور ہمیشہ شکر گزار رہے اور جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اولاد کی وفات کے غم سے آزمایا تو تب بھی آپ نے انتہائی صبر و شکر سے اپنے رب کی اس مرضی کے آگے اپنا سر جھکا دیا۔ چنانچہ اس بارہ میں حضرت مولانا عبد الکریم صاحب سیالکوٹی لکھتے ہیں:۔

’’آپ بچوں کی خبر گیری اور پرورش اس طرح کرتے تھے کہ ایک سرسری دیکھنے والا گمان کرے کہ آپ سے زیادہ اولاد کی محبت کسی کو نہ ہوگی اور بیماری میں اس قدر توجہ کرتے ہیں اور تیمارداری اور علاج میں ایسے محو ہوتے ہیں کہ گویا اور کوئی فکر ہی نہیں۔ مگر باریک بین دیکھ سکتا ہے۔ کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ اور خدا کیلئے اس کی ضعیف مخلوق کی رعایت اور پرورش مدنظر ہے۔ آپ کی پلوٹھی بیٹی عصمت لدھیانہ میں ہیضہ سے بیمار ہوئی۔ آپ اس کے علاج میں یوں دوا دہی کرتے کہ گویا اس کے بغیر زندگی محال ہے۔ اور ایک دنیادار دنیا کی عرف و اصطلاح میں اولاد کا بھوکا اور شیفتہ اس سے زیادہ جانکاہی کر نہیں سکتا۔ مگر جب وہ مرگئی ۔ آپ یوں الگ ہو گئے کہ گویا کوئی چیز تھی ہی نہیں ۔ اور جب سے کبھی ذکر تک نہیں کیا کہ کوئی لڑکی تھی‘‘۔

(سیرت حضرت مسیح موعود)

غرض یہ کہ آپ کی اولاد کے لئے محبت بھی دراصل اللہ تعالیٰ ہی کی محبت تھی اور یہ ہی وجہ تھی کہ آپ کی شدید خواہش تھی کہ آپ کی تمام اولاد اللہ تعالیٰ کا قرب پانے والی ہو جیسا کہ آپ اپنی ایک نظم میں فرماتے ہیں:۔

اہل وقار ہوویں فخر دیار ہوویں
حق پر نثار ہوویں مولیٰ کے یار ہوویں
بابرگ وبار ہوویں اک سے ہزار ہوویں
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

دوستوں سے حسن سلوک

رشتہ داروں کے ساتھ ساتھ حضرت مسیح موعود اپنے تمام دوستوں اور ماننے والوں کا بھی بہت خیال رکھا کرتے تھے اور آپ کی ذات تمام لوگوں کیلئے ایک پُر شفقت سایہ تھی۔ آپ ہر ایک سے پیار کرتے ۔ ہر ایک کو چاہے وہ امیر ہو یا غریب، چھوٹا ہو یا بڑا بے حد عزت دیا کرتے تھے۔ آپ ہر ایک سے اتنی خوشی سے ملتے اور سب کے ساتھ اتنا اچھا رویہ ہوتا کہ تمام رفقاء یہ ہی سمجھا کرتے تھے کہ آپ سب سے زیادہ ان سے محبت کرتے ہیں ۔ آپ ان تمام لوگوں کی ،جن سے آپ کا تعلق تھا اور تمام لوگ جو قادیان آپ کے پاس آیا کرتے تھے، پسند نا پسند کا خیال رکھا کرتے تھے۔ کھانا آپ سادہ کھایا کرتے تھے مگر جو بھی مہمان آتا آپ اس کی پسند اور عادت کے مطابق کھانا تیار کرواتے ۔ جب کوئی مہمان آتا تو موسم کے مطابق اسے ٹھنڈا گرم پوچھا کرتے تھے۔ مہمانوں کی بہت ہی عزت کیا کرتے۔

بعض مرتبہ مہمانوں کی عادات کے مطابق قادیان سے باہر سے بھی چیزیں منگوا کر پیش کی ہیں۔

آپ تمام رفقاء کی تربیت کا خیال رکھا کرتے تھے۔ جہاں آپ نے اپنے دلائل کے ذریعے ان لوگوں کو قائل کیا وہاں اپنے اخلاق کے ذریعے اپنے تمام رفقاء کے دل بھی جیت لئے۔ ان کی تربیت کے لئے ہمیشہ پیار کا طریق اپنایا اور اپنے نمونہ سے اور پیار سے ان کو بہترین اخلاق کی تعلیم پیش کی ۔ حضرت مسیح موعود کو اپنے رفقاء کی غیرت بھی بہت تھی۔ حضرت مرزا بشیر احمد بیان کرتے ہیں کہ جب عبدالحکیم خان مرتد نے آپ کی جماعت پر کچھ اعتراضات کئے تو آپ نے اس کے جواب میں یوں تحریر فرمایا: ’’......میں نہیں جانتا کہ آپ اس افترا کا کیا خدا تعالیٰ کو جواب دیں گے۔ میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ کم از کم ایک لاکھ آدمی میری جماعت میں ایسے ہیں کہ سچے دل سے میرے پر ایمان لائے ہیں اور اعمال صالحہ بجالاتے ہیں اور باتیں سننے کے وقت اس قدر روتے ہیں کہ ان کے گریبان تر ہو جاتے ہیں۔

(سیرت المہدی جلد اول صفحہ 150)

نیز حضور یہ بھی خیال رکھتے کہ آپ کے رفقاء کی کبھی بھی دل شکنی نہ ہو۔ جب بھی ایسا ہوتا دیکھتے تو رفقاء کی تکلیف کو دور کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ اسی طرح ان کی بیماری میں آپ ان کی تیمارداری کیا کرتے، علاج بھی کیا ہے اور کثرت سے ان کی صحت کیلئے دعائیں بھی کرتے تھے۔ رفقاء کے ایمان اور اعلیٰ اخلاق کے لئے بھی بہت دعا کرتے تھے۔ بہت سے رفقاء نے اس بات کا بھی اظہار کیا کہ حضرت صاحب چہرہ دیکھ کر سمجھ جاتے تھے کہ کسی شخص کے دل میں کیا ہے اور اگر کوئی خواہش پیدا ہوتی محسوس کرتے تو پھر اس خواہش کو پورا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ منشی عبدالعزیز صاحب اوجلوی سے روایت ہے کہ کرم دین والے مقدمہ کے دوران حضرت صاحب گورداسپور تشریف لائے ہوئے تھے کہ ایک دن کچہری میں ایک جامن کے درخت کے نیچے کپڑا بچھا کر مع خدام تشریف فرما تھے۔ حضور کے لئے دودھ کا ایک گلاس لایا گیا۔ چونکہ حضور کا تبرک پینے کے لئے سب ہی کی کوشش ہوتی تھی۔ میرے دل میں خیال آیا کہ میں ایک غریب اور کمزور آدمی ہوں، اتنے بڑے بڑے آدمیوں میں مجھے کس طرح حضور کا پس خوردہ مل سکتا ہے۔ اس لئے میں ایک طرف کھڑا ہوگیا۔ حضور نے جب نصف گلاس نوش فرمالیا تو بقیہ میرے ہاتھ میں دے کر فرمایا میاں عبدالعزیز بیٹھ کر اچھی طرح سے پی لو۔ اسی طرح منشی عبدالعزیز صاحب اوجلوی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت صاحب بیت مبارک میں مع احباب تشریف رکھتے تھے۔ میں باہر سے آیا اور سلام عرض کیا۔ حضور سے مصافحہ کی بہت خواہش پیدا ہوئی مگر چونکہ بیت بھری ہوئی تھی اور معزز احباب راستہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے آگے جانا مناسب نہ سمجھا۔ ابھی میں کھڑا ہی تھا اور بیٹھنے کا ارادہ کر رہا تھا کہ حضور نے میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ میاں عبدالعزیز آؤ مصافحہ تو کرلو۔ چنانچہ دوستوں نے مجھے راستہ دیدیا اور میں نے جا کر مصافحہ کرلیا۔

(سیرت المہدی جلد اول صفحہ 567)

پس حضور اکثر مرتبہ (رفقاء) کے چہروں سے ان کے دل کی حالت سمجھ جایا کرتے تھے اور پھر اگر ان کو کسی مشکل میں پاتے تو ان کی اس مشکل کو دور کرنے کی کوشش کرتے ،ایسے بے شمار واقعات ہیں۔

غیروں کے لئے رحمت

حضور کی صحبت سے جہاں اپنے مستفید ہوتے وہاں غیروں کیلئے بھی آپ ایک رحمت کا نشان تھے۔ آپ کے دعویٰ کے بعد ہر طرف سے آپ کے خلاف ایک طوفانِ بدتمیزی برپا ہوا اور بے شمار دشمن آپ کے خلاف کھڑے ہوگئے مگر آپ نے کبھی کسی سے نفرت نہیں کی بلکہ ان تمام دشمنوں کو ہمیشہ جب بھی موقع ملا فائدہ پہنچانے کی کوشش کی۔ دور دور سے لوگ آتے اور آپ کے سامنے آپ کے خلاف بدزبانی کر کے چلے جاتے مگر آپ کبھی کسی ایسی بات کو توجہ نہ دیتے تھے۔ آپ کے خلاف جھوٹے مقدمات بھی قائم کئے گئے مگر ہمیشہ جب بھی ایسے دشمن سے بدلہ لینے کا موقع ہاتھ آتا تو آپ ان کا فیصلہ خدا تعالیٰ پر چھوڑتے ہوئے ان کو معاف کر دیا کرتے۔ آپ اپنی ذات کے خلاف ہر قسم کے وار سے بے پرواہ تھے اور اپنے دشمن سے بھی انسانی ہمدردی کے تقاضوں کو اسی طرح پورا کرتے جس طرح کہ اپنے دوستوں سے۔ ایک مرتبہ ایک مولوی قادیان آیا اور آپ کے منہ پر آپ کو دجال کہہ بیٹھا مگر اس بات کا بھی آپ نے اسے کوئی جواب نہ دیا اور خاموشی سے اندر تشریف لے گئے ۔ جب آپ اندر پہنچے تو اسی مولوی نے آپ سے ایک رقعہ کے ذریعے کچھ رقم کا مطالبہ کر دیا کہ میں ضرورت مند ہوں میری مدد کرنی چاہئے۔ تو یہ موقع بھی حضور نے ہاتھ سے نہ جانے دیا اور اندر سے اس کو 15 روپے بھیج دیئے (رفقائے احمد جلد چہارم صفحہ 215) پس ایسے موقع پر بھی جب ایک شخص آپ کو اس دشمن کے نام سے پکارتا ہے جس کا مقابلہ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس دنیا میں بھیجا اور سخت بدزبانی کرتا ہے تب بھی آپ اس کی مدد کرتے ہیں۔ یہ وہ اعلیٰ اخلاق تھے جو حضرت مسیح موعود کے وجود کا حصہ تھے اور جس کی بدولت آپ ہر ایک کے لئے ایک رحمت کا نشان بن گئے۔

صبر کا مجسمہ

غصہ آپ کو بالکل نہ آتا تھا۔ آپ نے خود ایک مرتبہ فرمایا کہ مجھے بعض اوقات غصہ کی حالت تکلف سے بنانی پڑتی ہے ورنہ خود طبیعت میں بہت کم غصہ ہے۔

(سیرت المہدی جلد اول 257)

آپ کے خلاف بہت سے لوگوں نے بدزبانی کی آپ کے خلاف ہر قسم کی دل دکھانے والی باتیں کی گئیں مگر آپ کبھی ایسی باتوں کی پرواہ نہ کیا کرتے تھے اور آپ نے کبھی بھی اپنی ذات کے لئے بدلہ نہیں لیا۔ لیکن اگر کبھی آپ کو کسی بات پر غصہ آیا ہے یا کوئی بات ناگوار گزری ہے تو وہ صرف اور صرف خدا اور اس کے رسول کی غیرت میں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف آپ ذرا سی بات بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے اور پھر چاہے سامنے کوئی بھی ہو آپ پرواہ نہ کیا کرتے تھے۔

آپ نے اسی وجہ سے اپنے بعض رشتہ داروں سے قطع تعلق بھی کیا ہے، ایک دفعہ بعض رفقاء پر سخت ناراض بھی ہوئے جب وہ ایک ایسی مجلس سے فوراً نہ اٹھ آئے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بدزبانی کی جارہی تھی اور آپ نے اپنے ان دشمنوں کا سلام تک لینا پسند نہیں کیا جو آپ کے آقا (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلاف بدزبانی کرتے تھے۔ اور وہ یہی عشق تھا جس کی وجہ سے آسمانوں پر آپ کی عزت کی گئی اور آپ اللہ تعالیٰ کے نبیوں میں شامل ہوگئے۔

ہر نیکی کے حامل

حضرت مسیح موعود ایک اعلیٰ ترین انسان تھے۔ آپ میں ہر نیکی پائی جاتی تھی اور ہر ایک برائی سے آپ میلوں دور تھے۔ حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب آپ کی سیرت کے بارہ میں لکھتے ہیں:۔

’’آپ نہایت رؤف رحیم تھے۔ سخی تھے۔ مہمان نواز تھے۔ اشجع الناس تھے۔ ابتلاؤں کے وقت جب لوگوں کے دل بیٹھے جاتے تھے آپ شیر نر کی طرح آگے بڑھتے تھے۔ عفو، چشم پوشی، فیاضی، دیانت، خاکساری، صبر، شکر، استغناء حیا، غض بصر، عفت، محنت، قناعت، وفاداری، بے تکلفی، سادگی، شفقت، ادب الٰہی، ادب رسول و بزرگانِ دین، حلم، میانہ روی، ادائیگی حقوق، ایفائے وعدہ۔ چستی، ہمدردی، اشاعت دین، تربیت، حسن معاشرت، مال کی نگہداشت، وقار، طہارت، زندہ دلی اور مزاح، رازداری، غیرت، احسان، حفظ مراتب، حسن ظنی، ہمت، اور اولوالعزمی، خودداری، خوش روئی اور کشادہ پیشانی کظم غیظ، کف ید و کف لسان، ایثار، معمورالاوقات ہونا، انتظام، اشاعت علم و معرفت، خدا اور اس کے رسول کا عشق، کامل اتباع رسول، یہ مختصراً آپ کے اخلاق و عادات تھے۔

آپ میں ایک مقناطیسی جذب تھا۔ ایک عجیب کشش تھی، رعب تھا، برکت تھی، موانست تھی، بات میں اثر تھا، دعا میں قبولیت تھی، خدام پروانہ وار حلقہ باندھ کر آپ کے پاس بیٹھتے تھے اور دلوں سے زنگ خود بخود دھلتا جاتا تھا۔

بے صبری، کینہ، حسد، ظلم، عداوت، گندگی، حرص، دنیا، بدخواہی، پردہ دری، غیبت، کذب، بے حیائی، ناشکری، تکبر، کم ہمتی، بخل، تُرش روئی و کج خُلقی، بزدلی، چالاکی، فحشاء، بغاوت، عجز، کسل، ناامیدی، ریا، تفاخر ناجائز، دل دکھانا، استہزاء، تمسخر۔ بدظنی۔ بے غیرتی۔ تہمت لگانا۔ دھوکا۔ اسراف و تبذیر۔ بے احتیاطی۔ چغلی۔ لگائی بجھائی۔ بے استقلالی۔ لجاجت۔ بے وفائی۔ لغو حرکات یا فضولیات میں انہماک، ناجائز بحث و مباحثہ۔ پرخوری۔ کن رسی۔ افشائے عیب۔ گالی۔ ایذاء رسانی۔ سفلہ پن۔ ناجائز طرفداری خود بینی۔ کسی کے دکھ میں خوشی محسوس کرنا۔ وقت کو ضائع کرنا۔ ان باتوں سے آپ کوسوں دور تھے۔

آپ فصیح و بلیغ تھے۔ نہایت عقلمند تھے۔ دور اندیش تھے۔ سچے تارک الدنیا تھے۔ سلطان القلم تھے اور حسب ذیل باتوں میں آپ کو خاص خصوصیت تھی۔ خدا اور اس کے رسول کا عشق، شجاعت، محنت، توحید و توکل علی اللہ، مہمان نوازی، خاکساری، اور نمایاں پہلو آپ کے اخلاق کا یہ تھا کہ کسی کی دل آزاری کو نہایت ہی ناپسند فرماتے تھے۔ اگر کسی کو بھی ایسا کرتے دیکھ پاتے تو منع کرتے۔

آپ نماز باجماعت کی پابندی کرنے والے، تہجد گزار، دعا پر بے حد یقین رکھنے والے، سوائے مرض یا سفر کے ہمیشہ روزہ رکھنے والے، سادہ عادات والے، سخت مشقت برداشت کرنے والے اور ساری عمر جہاد میں گزارنے والے تھے۔

آپ نے انتقام بھی لیا ہے۔ آپ نے سزا بھی دی ہے۔ آپ نے جائز سختی بھی کی ہے۔ تادیب بھی فرمائی ہے یہاں تک کہ تادیباً بعض دفعہ بچہ کو مارا بھی ہے۔ ملازموں کو یا بعض غلط کار لوگوں کو نکال بھی دیا ہے۔ تقریر و تحریر میں سختی بھی کی ہے۔ عزیزوں سے قطع تعلق بھی کیا ہے۔ بعض خاص صورتوں میں **توریہ** کی اجازت بھی دی ہے۔ بعض وقت سلسلہ کے دشمن کی پردہ دری بھی کی ہے۔ (مثلاً مولوی محمد حسین بٹالوی کے مہدی کے انکار کا خفیہ پمفلٹ) بددعا بھی کی ہے۔ مگر اس قسم کی ہر ایک بات ضرورتاً اور صرف رضائے الٰہی اور دین کے مفاد کے لئے کی ہے نہ کہ ذاتی غرض سے............

مگر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ آپ کے رحم اور عفو اور نرمی اور حلم والی صفات کا پہلو بہت غالب تھا۔ یہاں تک کہ اس کے غلبہ کی وجہ سے دوسرا پہلو عام حالات میں نظر بھی نہیں آتا تھا۔

آپ کو کسی نشہ کی عادت نہ تھی۔ کوئی لغو حرکت نہ کرتے تھے، کوئی لغو بات نہ کیا کرتے تھے، خدا کی عزت اور دین کی غیرت کے آگے کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ آپ نے ایک دفعہ اعلانیہ ذب تہمت بھی کیا۔ ایک مرتبہ دشمن پر مقدمہ میں خرچہ پڑا۔ تو آپ نے اس کی درخواست پر اسے معاف کردیا۔ ایک فریق نے آپ کو قتل کا الزام لگا کر پھانسی دلانا چاہا مگر حاکم پر حق ظاہر ہوگیا۔ اور اس نے آپ کو کہا کہ آپ ان پر قانوناً دعویٰ کر کے سزا دلا سکتے ہیں مگر آپ نے درگزر کیا۔ آپ کے وکیل نے عدالت میں آپ کے دشمن پر اس کے نسب کے متعلق جرح کرنی چاہی۔ مگر آپ نے اسے روک دیا۔

غرض یہ کہ آپ نے اخلاق کا وہ پہلو دنیا کے سامنے پیش کیا۔ جو معجزانہ تھا۔ سراپا حسن تھے۔ سراسر احسان تھے۔

(سیرت المہدی جلد اول صفحہ 824)

غرض یہ کہ حضرت مسیح موعود نے اپنی تمام زندگی خدا تعالیٰ کی رضا اور اپنے آقا کے نقشِ قدم کے مطابق بسر کی ہے۔

پس جہاں حضرت مسیح موعود کے ذریعے خدا تعالیٰ نے ایک ایسی جماعت کی بنیاد رکھ دی جو تقویٰ کی راہوں پر دنیا کے لوگوں سے آگے بڑھ جائے اور جو پوری دنیا کو دینِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے اکٹھا کردے، وہاں آپ کی زندگی اور آپ کی شخصیت اور آپ کا وجود اس بات کی بھی گواہی دیتا ہے کہ وہ مذہب جو آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا میں قائم کیا تھا اور جو تعلیم آپ اپنے ماننے والوں کے لئے لائے تھے، وہ مذہب آج بھی زندہ ہے اور وہ تعلیم ایک زندہ تعلیم ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے، اس کے فضلوں کے دروازے ہمیشہ کی طرح آج بھی کھلے ہیں۔

مکرم محمد احسن صاحب و مکرم محمد کاشف صاحب برمنگھم

ہمارے پیارے والدین

مکرم حکیم محمد احمد صاحب اور مکرمہ جمیلہ احمد صاحبہ

ہمارے پیارے والد محترم حکیم محمد احمد صاحب اور والدہ مکرمہ جمیلہ احمد صاحبہ اس دنیا سے کوچ کر گئے۔

والد محترم راوی پارک قلعہ لچھمن سنگھ کے علاقہ میں دواخانہ کرتے تھے۔ گھر کے ساتھ ہی دواخانہ تھا پیچھے رہائش تھی لاہور شہر میں ہمارا گھر جنکشن کی حیثیت رکھتا تھا اور ہر وقت مہمانوں کی آمد کا سلسلہ جاری رہتا گھر میں خوب رونق رہتی۔ اتنی زیادہ تعداد میں آنے والے مہمانوں کی آمد سے ہماری والدہ صاحبہ نے کبھی ماتھے پر شکن نہیں ڈالی ہمیشہ مسکرا کر سب کا استقبال کرتیں اور مہمان نوازی میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھتی۔ ہر کسی کی ضرورت کا خیال رکھتیں اور مہمان جو جو فرمائش کرتے ان کو وہی کھانا کھلاتیں اور بہت خوش ہوتیں اپنی ملازماؤں کا بہت خیال رکھتیں ان کے دکھ درد میں شریک ہوتیں غریبوں کی شادیوں میں مدد کرتیں۔ اسی وجہ سے خدا نے ہمارے رزق میں بہت برکت بھر دی تھی کبھی کسی چیز کی کمی نہ ہوئی تھی یہ میری ماں کی دعاؤں کا اثر تھا کہ دواخانہ کی کل مالیت 10 ہزار روپیہ کی پونجی پر مشتمل تھی لیکن اس کے باوجود مہمانوں پر قریباً 10 ہزار روپیہ ماہوار خرچ کر دیتی تھیں جب بھی کوئی مشکلات میں گھرا ہوا اپنا ہو یا غیر دعا کے لئے کہتا تو اس کے لئے نوافل کی منت مان کر نوافل ادا کرتیں اور ان میں اس شخص کیلئے بہت دعائیں کرتیں۔ دعاؤں کے طفیل بہت سے لوگوں کے بگڑے کام بن گئے۔

میرے والد صاحب مہمانوں کو سیر پر لے جاتے چڑیا گھر کی سیر کرواتے شاہی قلعہ، بادشاہی مسجد ہر جگہ پر تمام مہمانوں کو باری باری لے جاتے اور بازار سے لاہور شہر کی مشہور پکوان کھلاتے۔ سب پیسے اپنی جیب سے ادا کرتے اور بہت خوش ہوتے۔

والد صاحب کی وفات کے بعد ہماری والدہ نے بڑی ہمت کے ساتھ زندگی کے پہیے کو رواں دواں رکھا اور کسی موقع پر بھی والد صاحب کی کمی محسوس نہ ہونے دی۔ 10 سال قبل راوی پارک قلعہ لچھمن سنگھ میں ہماری بہت مخالفت ہوئی اور دھمکیاں ملنی شروع ہوگئیں۔ جھوٹے مقدمات بنانے کے لئے ناجائز بیانات ہم سے منسوب کئے اور تھانے لے جایا گیا۔ والدہ صاحبہ نے ان حالات میں ہماری ڈھارس بندھائی اور ہم ان کی معیت میں اپنا ملک چھوڑ کر برمنگھم آباد ہوگئے۔ یہ ان کا اس وقت ہجرت کرنے کا فیصلہ بہت دانشمندانہ تھا۔ دعاؤں کے ذریعہ ان کو علم ہوگیا تھا کہ ہم اب ہمارا یہاں رہنا مناسب نہیں ہے۔ الحمدللہ ہم اس وقت یہاں مطمئن اور خوش ہیں۔ میرے والد صاحب شاعر بھی تھے بہت سا کلام چھوڑ کر گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ والدہ صاحبہ اور والد صاحب کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے۔

والدہ نے اپنے پاس وصیت لکھ کر رکھی تھی کہ میری وفات جہاں بھی ہو میری بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین کی جائے۔ ان کی وصیت کے مطابق ان کو ربوہ لایا گیا اور وہاں ان کی تدفین ہوئی۔ بہشتی مقبرہ کی پاک مٹی میں آسودہ خاک ہیں آخر پر سب پڑھنے والوں سے درخواست کرتے ہیں کہ اپنی دعاؤں میں ہمارے والدین کو یاد رکھیں۔

مکرم ہارون الرشید فرخ صاحب

شفاعت کی حکمت، فلسفہ اور اس کے مسائل

شفاعت کے قواعد بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

شفاعت اللہ کے حکم سے ہوگی اور اس کے حق میں ہوگی جس کے متعلق وہ پسند کرے گا۔ شفاعت کرنے والا ٹھیک ٹھیک بات کرے گا۔

آیات قرآنی

قرآنی آیات اس طرح سے بیان ہوئی ہیں۔

کون ہے جو اس کے حضور شفاعت کرے مگر اس کے اذن کے ساتھ۔

(البقرہ۔256)

کوئی شفاعت کرنے والا نہیں مگر اس کی اجازت کے بعد۔ (یونس۔4)

اور اس کے حضور کسی کے حق میں شفاعت کام نہیں آئے گی۔ سوائے اسی کے جس کے حق میں اس نے اجازت دی ہو۔ (سبا۔24)

وہ شفاعت نہیں کرتے مگر اسی کی جس سے وہ راضی ہو۔ (الانبیاء۔29)

اُس دن شفاعت فائدہ نہیں دے گی مگر اسے جس کے لئے رحمٰن خدا اجازت دے اور جس کے حق میں بات کرنے کو وہ پسند کرے۔

(طٰہٰ۔110)

اور آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ہیں کہ ان کی شفاعت کچھ کام نہیں آتی۔ مگر اس کے بعد کہ اللہ جسے چاہے اجازت دے اور اس پر راضی ہو جائے۔ (النجم۔27)

جس دن روح القدس اور فرشتے صف بصف کھڑے ہوں گے۔ وہ کلام نہیں کریں گے سوائے اس کے جسے رحمان خدا اجازت دے گا اور وہ درست بات کہے گا۔ (النباء۔39)

وہ کسی شفاعت کا اختیار نہ رکھیں گے سوائے اس کے جس نے رحمان خدا کی جناب سے عہد کر رکھا ہو۔ (مریم۔88)

احادیث رسولؐ

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا مجھے پانچ ایسی باتیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔ ایک مہینہ بھر کی مسافت تک رعب سے میری مدد کی گئی ہے اور تمام زمین میرے لئے سجدہ گاہ اور پاک بنائی گئی ہے۔ اس لئے میری اُمت میں سے جس شخص کو جہاں بھی نماز کا وقت آجائے وہیں نماز پڑھ لے۔ اور میرے لئے غنیمتیں حلال کی گئی ہیں۔ اور نبی خاص کر اپنی قوم کی طرف ہی بھیجا جاتا تھا اور میں تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں اور مجھے شفاعت کا اختیار دیا گیا ہے۔

(بخاری کتاب الصلوٰۃ، باب قول النبی جعلت لی الارض مسجداً وطھوراً)

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا نسل آدم کا سردار میں ہوں لیکن یہ کوئی فخر کی بات نہیں۔ حمد کا علم میرے ہاتھ میں ہوگا اور اس پر مجھے کوئی فخر نہیں۔ آدم اور اس کے سوا دوسرے تمام نبی اس دن میرے جھنڈے تلے ہوں گے اور میں وہ پہلا انسان ہوں گا جس پر سے قبر کو پھاڑا جائے گا یعنی سب سے پہلے اٹھوں گا اور اس پر بھی مجھے کوئی فخر نہیں۔ پھر فرمایا لوگوں پر خوف کی تین گھڑیاں آئیں گی اس وقت وہ آدمؑ کے پاس جائیں گے اور کہیں گے کہ آپ ہمارے باپ ہیں اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت کیجئے لیکن وہ کہیں گے میں تو (تمہارے خیال میں) ایک گناہ کا مرتکب ہوا تھا جس کی وجہ سے مجھے زمین کی طرف گرا دیا گیا ہاں تم نوحؑ کے پاس جاؤ شاید وہ تمہاری مدد کر سکے لوگ نوحؑ کے پاس آئیں گے تو وہ کہیں گے کہ میں نے (تمہارے خیال میں) ناحق اہل ارض کے خلاف ایک بددعا کی تھی جس سے وہ سب ہلاک ہو گئے تھے ہاں تم ابراہیمؑ کے پاس جاؤ۔ لوگ ابراہیمؑ کے پاس آئیں گے تو وہ کہیں گے کہ میں نے تو (تمہارے عقیدہ کے مطابق) تین جھوٹ بولے تھے۔ حضور ﷺ نے اس موقع پر فرمایا ان میں سے کوئی ایک بھی جھوٹ نہیں تھا صرف اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت کے سلسلہ میں چند تدابیر تھیں۔ بہرحال ابراہیمؑ لوگوں کو جواب دیں گے کہ تم موسیٰؑ کے پاس جاؤ شاید وہ تمہاری مدد کر سکے۔ لوگ موسیٰؑ کے پاس آئیں گے تو وہ کہیں گے کہ میں نے تو (تمہارے خیال میں) ایک شخص کو ناحق قتل کر دیا تھا تم عیسیٰؑ کے پاس جاؤ لوگ عیسیٰؑ کے پاس آئیں گے وہ کہیں گے میں نے تو (تمہارے عقیدہ کے مطابق) اللہ کی عبادت کی بجائے اپنی عبادت کی لوگوں کو ترغیب دی تھی۔ تم محمد ﷺ کے پاس جاؤ۔ آپؐ نے فرمایا اس پر وہ میرے پاس آئیں گے۔ (چونکہ میرے سچے پیروؤں نے کبھی مجھ پر کوئی اتہام نہیں لگایا اور میری امت کا ایک حصہ ہمیشہ اس سچائی پر قائم رہا اس لئے) میں ان کے ساتھ (اللہ کے حضور) جاؤں گا۔ (حجاب کی طرف سے) پوچھا جائے گا کون ہے؟ جواب دیا جائے گا۔ محمد ﷺ (آئے ہیں) پس وہ میرے لئے دروازہ کھول دیں گے اور مجھے خوش آمدید کہیں گے۔ میں (دربار الٰہی میں) سجدہ میں گر جاؤں گا اور اس وقت جناب الٰہی کی طرف سے اعلیٰ انداز کی حمد و ثناء الہام ہوگی (جب وہ حمد و ثناء میں کروں گا) تو مجھے کہا جائے گا اپنا سر اٹھاؤ اور (جو کچھ مانگنا ہے) مانگو تمہیں دیا جائے گا۔ شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی۔ کہو تمہاری بات سنی جائے گی۔ اور یہی وہ مقام محمود ہے جس کے بارہ میں خدا نے فرمایا ہے۔

عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا۔

(ترمذی ابواب التفسیر، سورۃ بنی اسرائیل)

ارشادات مسیح موعود

حضرت اقدس مسیح موعود فرماتے ہیں۔

''تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفیٰ ﷺ۔''

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19، صفحہ 13)

شفاعت کے معنی

حضرت اقدس مسیح موعود فرماتے ہیں۔

قرآن شریف کی رو سے شفاعت کے معنی یہ ہیں کہ ایک شخص اپنے بھائی کے لئے دعا کرے کہ وہ مطلب اسے حاصل ہو جائے یا کوئی بلا ٹل جائے۔ پس قرآن شریف کا حکم ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ کے حضور میں زیادہ جھکا ہوا ہے وہ اپنے کمزور بھائی کے لئے دعا کرے کہ اس کو وہ مرتبہ حاصل ہو یہی حقیقی شفاعت ہے...... اور یاد رہے کہ کسی شخص کا دین کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ شفاعت کے رنگ میں ہمدردی اس میں پیدا نہ ہو بلکہ دین کے دو ہی کامل حصے ہیں ایک خدا سے محبت کرنا اور ایک بنی نوع سے اس قدر محبت کرنا کہ ان کی مصیبت کو اپنی مصیبت سمجھ لینا اور ان کے لئے دعا کرنا جس کو دوسرے لفظوں میں شفاعت کہتے ہیں۔

(نسیم دعوت، روحانی خزائن جلد 19، صفحہ 464-463)

شفاعت کی فلاسفی

حضرت اقدس مسیح موعود فرماتے ہیں۔

''ایک سلیم العقل کا پاک کانشنس سمجھ سکتا ہے کہ شفاعت کا مسئلہ کوئی بناوٹی اور مصنوعی مسئلہ نہیں ہے بلکہ خدا کے مقرر کردہ انتظام میں اندر سے اس کی نظریں موجود ہیں اور قانون قدرت میں اس کی شہادتیں صریح طور پر ملتی ہیں۔ اب شفاعت کی فلاسفی یوں سمجھنی چاہئے کہ شفع لغت میں جُفت کو کہتے ہیں۔ پس شفاعت کے لفظ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ ضروری امر جو شفیع کی صفات میں سے ہوتا ہے یہ ہے کہ اس کو دو طرفہ اتحاد حاصل ہو یعنی ایک طرف اس کے نفس کو خدا تعالیٰ سے شدید تعلق ایسا ہو کہ گویا وہ کمال اتحاد کے سبب حضرت احدیت کے لئے بطور جفت اور پیوند کے ہو اور دوسری طرف اس کو مخلوق سے بھی شدید تعلق ہو گویا وہ ان کے اعضاء کی ایک جز ہو۔ پس شفاعت کا امر مترتب ہونے کے لئے درحقیقت یہی دو جز ہیں جن پر ترتب اثر موقوف ہے''...... ''پس اصل جڑ شفاعت کی یہی محبت ہے جبکہ اس کے ساتھ فطرتی تعلق بھی ہو کیونکہ بجز فطرتی تعلق کے محبت کا کمال جو شرط شفاعت ہے غیر ممکن ہے اس تعلق کو انسانی فطرت میں داخل کرنے کے لئے حوا کو علیحدہ پیدا نہ کیا بلکہ آدمؑ کی پسلی سے ہی اس کو نکالا جیسا کہ قرآن شریف میں فرمایا ہے وخلق منھا زوجھا (النساء۔2) یعنی آدمؑ کے وجود میں سے ہی ہم نے اس کا جوڑا پیدا کیا جو حوا ہے تا آدم کا یہ تعلق حوا اور اس کی اولاد سے طبعی ہو نہ (کہ) بناوٹی اور یہ اس لئے کہا کہ تا آدمزادوں سے تعلق اور ہمدردی کو بقا ہو۔''

(ریویو آف ریلیجنز جلد 1، نمبر 5، صفحہ 176 تا 180 بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود جلد اول، صفحہ 739 تا 741)

شفیع کی ضرورت

حضرت اقدس مسیح موعود فرماتے ہیں۔

''مامور من اللہ کی دعاؤں کا کل جہان پر اثر ہوتا ہے اور یہ خدا تعالیٰ کا ایک باریک قانون ہے جس کو ہر ایک شخص نہیں سمجھ سکتا جن لوگوں نے شفیع کے مسئلہ سے انکار کیا ہے انہوں نے سخت غلطی کھائی ہے۔ شفیع کو قانون قدرت چاہتا ہے۔ اس کو ایک شدید تعلق خدا تعالیٰ سے ہوتا ہے اور دوسرا مخلوق سے مخلوق کی ہمدردی اس میں اس قدر ہوتی ہے کہ یوں کہنا چاہئے کہ اس کے قلب کی بناوٹ ہی ایسی ہوتی ہے کہ وہ ہمدردی کے لئے جلد متاثر ہو جاتا ہے اس لئے وہ خدا سے لیتا ہے اور اپنی عقد ہمت اور توجہ سے مخلوق کو پہنچاتا ہے اور اپنا اثر اس پر ڈالتا ہے اور یہی شفاعت ہے انسان کی دعا اور توجہ کے ساتھ مصیبت کا رفع ہونا یا معصیت اور ذنوب کا کم ہونا یہ سب شفاعت کے نیچے ہے۔''

(ملفوظات جلد دوم، صفحہ 163)

شفاعت کی برکات

حضرت اقدس مسیح موعود فرماتے ہیں۔

''شفیع کے لئے ضرورت ہے کہ اول خدا تعالیٰ سے تعلق کامل ہو...... اور پھر مخلوق سے شدید تعلق ہو...... ہمارے نبی کریم ﷺ کامل نمونہ ہیں کہ کیسے روحانی اور جسمانی طور پر انہوں نے

عذاب الیم سے چھڑایا اور گناہ کی زندگی سے ان کو نکالا کہ عالم ہی پلٹ دیا...... ہاں سچا شفیع اور کامل شفیع آنحضرت ﷺ ہیں جنہوں نے قوم کو بُت پرستی اور ہر قسم کے فسق و فجور کی گندگیوں اور ناپاکیوں سے نکال کر اعلیٰ درجہ کی قوم بنا دیا اور پھر اس کا ثبوت یہ ہے کہ ہر زمانہ میں آپ ؐ کی پاکیزگی اور صداقت کے ثبوت کے لئے اللہ تعالیٰ نمونہ بھیج دیتا ہے۔''

(ملفوظات جلد دوم، صفحہ 159-160)

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔

ظالموں کے لئے نہ کوئی جگری دوست ہوگا اور نہ کوئی ایسا سفارش کرنے والا جس کی بات مانی جائے۔ (المومن۔19)

ہر جان جو کسب کرتی ہے اسی کی رہین ہوتی ہے۔سوائے دائیں طرف والوں کے جو جنتوں میں ہوں گے ایک دوسرے سے پوچھ رہے ہوں گے مجرموں کے بارہ میں تمہیں کس چیز نے جہنم میں داخل کیا؟ وہ کہیں گے ہم نمازیوں میں سے نہیں تھے۔اور ہم مسکینوں کو کھانا نہیں کھلایا کرتے تھے۔اور ہم لغو باتوں میں مشغول رہنے والوں کے ساتھ مشغول ہو جایا کرتے تھے۔اور ہم جزا سزا کے دن کا انکار کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ موت نے ہمیں آلیا۔پس ان کو شفاعت کرنے والوں کی شفاعت کوئی فائدہ نہیں دے گی۔

(المدثر۔39 تا49)

اور ڈرو اس دن سے جب کوئی نفس کسی دوسرے نفس کے کچھ کام نہیں آئے گا اور نہ اس سے (اُس کے حق میں) کوئی شفاعت قبول کی جائے گی۔ (البقرہ۔49)

اس ضمن میں حضرت اقدس مسیح موعود فرماتے ہیں۔

''دعا اُسی کو فائدہ پہنچا سکتی ہے جو خود بھی اپنی اصلاح کرتا ہے اور خدا تعالیٰ کے ساتھ اپنے سچے تعلق کو قائم کرتا ہے۔پیغمبر کسی کے لئے اگر شفاعت کرے لیکن وہ شخص جس کی شفاعت کی گئی ہے اپنی اصلاح نہ کرے اور غفلت کی زندگی سے نہ نکلے تو وہ شفاعت اس کو فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔دعا تو ہم کرتے ہیں مگر جب تک انسان خود سیدھا نہ ہو دعا شفاعتی فائدہ نہیں کرتی اگر انسان رحمت کے مقام سے خود ہی بھاگے تو رحمت اسے کہاں کہاں تلاش کرے گی۔''

(ملفوظات جلد سوم، صفحہ 172)

کفارہ اور شفاعت میں فرق

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

''یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جو شخص کسی سہارے پر چلتا ہے۔وہ سست الوجود اور کاہل ہوتا ہے جیسے بچے اپنے والدین کی سرپرستی کے نیچے اپنی فکر معاش یا ضرورت کے پیدا کرنے سے کاہل اور لاپرواہوتے ہیں۔ یا عیسائی لوگ جس طرح پر اعمال میں مستعد نہیں ہو سکتے۔کیونکہ کفارہ کا مسئلہ جب ان کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ مسیح نے ان کے سارے گناہ اٹھالئے۔پر سمجھ ہی نہیں آتا کہ وہ کونسی چیز ہوسکتی ہے جو ان کو اعمال کی طرف متوجہ کرے۔اعمال کا مدعا تو نجات ہے اور یہ ان کو بلا مشقت محنت صرف خونی مسیح پر اتنا ایمان رکھنے سے (کہ وہ ہمارے لئے مرگیا۔ہمارے گناہوں کے بدلہ لعنتی ہوا) مل جاتی ہے تو اب نجات کے سوا اور کیا چاہیئے پھر ان کو اعمال حسنہ کی ضرورت کیا باقی رہی۔اگر کفارہ پر ایمان لاکر بھی نجات کا خطرہ اور اندیشہ باقی ہے تو یہ امر دیگر ہے کہ اعمال کئے جائیں لیکن اگر نجات خون مسیح کے ساتھ ہی وابستہ ہے۔تو کوئی عقلمند نہیں مان سکتا کہ پھر ضرورت اعمال کی کیا باقی ہے۔......

اس لئے میں یہ تعلیم کبھی دینا نہیں چاہتا اور نہ (دین) نے دی کہ تم اپنے گناہوں کی گٹھڑی کسی دوسرے کی گردن پر لاددو اور خود اباحت کی زندگی بسر کرو۔قرآن شریف نے صاف فیصلہ کردیا ہے۔......(الانعام۔165) ایک دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا اور نہ دنیا میں اس کی کوئی نظیر خدا تعالیٰ کے عام قانون قدرت میں ملتی ہے۔کبھی نہیں دیکھا جاتا کہ زید مثلاً سنکھیا کھالیوے اور اس سنکھیا کا اثر بکر پر ہو جاوے اور وہ مر جاوے۔یا ایک مریض ہو اور دوسرے آدمی کے دوا کھا لینے سے وہ اچھا ہو جاوے بلکہ ہر ایک بجائے خود متاثر ہوگا۔پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک شخص ساری عمر گناہ کرتا رہے اور دلیری کے ساتھ خدا تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کرتا رہے اور لکھ دے کہ میرے گناہوں کا بوجھ دوسرے شخص کی گردن پر ہے جو شخص ایسی امید کرتا ہے وہ۔ ؏

دماغ بیہدہ پخت و خیال باطل بست

کا مصداق ہے۔

پس (دین حق) کسی سہارے پر رکھنا نہیں چاہتا کیونکہ سہارے پر رکھنے سے ابطال اعمال لازم آجاتا ہے۔لیکن جب انسان سہارے کے بغیر زندگی بسر کرتا ہے۔اور اپنے آپ کو ذمہ وار ٹھہراتا ہے اس وقت اس کو اعمال کی ضرورت پڑتی ہے اور کچھ کرنا پڑتا ہے اس لئے قرآن شریف نے فرمایا ہے۔قد افلح من زکّٰھا (الشّمس۔10) فلاح وہی پاتا ہے۔جو اپنا تزکیہ کرتا ہے خود اگر انسان ہاتھ پاؤں نہ ہلائے تو بات نہیں بنتی۔

مگر اس سے یہ ہرگز نہ سمجھنا چاہئے کہ شفاعت کوئی چیز نہیں۔ہمارا ایمان ہے کہ شفاعت حق ہے۔اور اس پر یہ نص صریح ہے۔وصل علیھم ......(التوبہ۔103) یہ شفاعت کا فلسفہ ہے یعنی جو گناہوں میں نفسانیت کا جوش ہے وہ ٹھنڈا پڑ جاوے۔ شفاعت کا نتیجہ یہ بتایا ہے کہ گناہوں کی زندگی پر ایک موت وارد ہو جاتی ہے اور نفسانی جوشوں اور جذبات میں ایک برودت آجاتی ہے۔جس سے گناہوں کا صدور بند ہو کر ان کے بالمقابل نیکیاں شروع ہو جاتی ہیں۔پس شفاعت کے مسئلہ نے اعمال کو بے کار نہیں کیا بلکہ اعمال حسنہ کی تحریک کی ہے۔شفاعت کے مسئلہ کے فلسفہ کو نہ سمجھ کر احمقوں نے اعتراض کیا ہے اور شفاعت اور کفارہ کو ایک قرار دیا ہے۔حالانکہ یہ ایک نہیں ہوسکتے۔کفارہ اعمال حسنہ سے مستغنی کرتا ہے اور شفاعت اعمال حسنہ کی تحریک۔''

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 700 تا 702)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول فرماتے ہیں۔

''شفاعت کی حقیقت سمجھنے کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ یہ لفظ شفع سے نکلا ہے اور مندرجہ ذیل آیت ان کنتم تحبون اللّٰہ......(ال عمران۔32) سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی اتباع انسان کے گناہوں کی مغفرت کا موجب ہے۔ حضور انور کی ذات ستودہ صفات ایک نور ہے۔جو اس نور سے تعلق پیدا کرتا ہے اس سے ظلمات دور ہوتی ہیں۔یہ شفاعت ہے۔مجرموں کی جنبہ بازی کا نام شفاعت نہیں جیسا کہ بعض نادانوں نے غلطی سے سمجھا ہے اور اس پر اعتراض کرتے ہیں۔''

(حقائق الفرقان جلد سوم، صفحہ 560)

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں۔

''لغت میں لکھا ہے الشفع ضم الشیء الی مثلہ یعنی شفع اس بات کو کہتے ہیں کہ کسی چیز کو اپنی ہم جنس اور مشابہ چیز کے ساتھ ملا لیا جائے......ان معنوں کو مد نظر رکھتے ہوئے شفاعت کی تھیوری بالکل حل ہو جاتی ہے۔ مسلمانوں میں عام طور پر یہ خیال پایا جاتا ہے کہ ہر مسلمان جس نے کلمہ پڑھ لیا اس کی قیامت کے دن رسول کریم ﷺ شفاعت فرمائیں گے بلکہ وہ سمجھتے ہیں کہ شفاعت ہے ہی گنہگاروں کے لئے اور وہ بڑے فخر سے کہتے ہیں ؏

مستحق شفاعت گنہگار اند

حالانکہ شفاعت کے لئے محمد رسول اللہ ﷺ کا مثیل ہونا ضروری ہے اور وہی شخص آپ ؐ کی شفاعت کا مستحق ہوسکتا ہے جس نے پوری کوشش کی کہ وہ رسول کریم ﷺ جیسا بنے مگر بعض کوتاہیوں کی وجہ سے وہ اپنے اس ارادہ میں سو فیصدی کامیاب نہ ہو سکا اس کی اس کمی کو پورا کرنے کے لئے رسول کریم ﷺ خدا تعالیٰ کے حضور درخواست فرمائیں گے کہ خدایا اس شخص نے میرا مثیل بننے کے لئے پوری کوشش کی ہے مگر بعض کمزوریوں نے اسے اپنے مقصد میں پوری طرح کامیاب نہیں ہونے دیا میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ تو اس پر رحم فرما اور اس کی کوتاہیوں کو نظرانداز فرماتے ہوئے اسے بھی اپنے قرب سے حصہ دے۔پس شفاعت گنہگار کے لئے نہیں بلکہ اس کے لئے بھی قانون مقرر ہیں۔ چنانچہ پہلا قانون یہی ہے کہ وہ شفاعت کرنے والے کا مثیل ہو اگر وہ مثیل نہیں ہوگا تو اس کی شفاعت نہیں کی جائے گی۔دوسرا قانون یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو چنانچہ لا یشفعون الا لمن ارتضٰی (الانبیاء۔29) میں یہی بات بیان کی گئی ہے کہ شفاعت کا مستحق بننے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص سے راضی ہو۔تیسرا قانون یہ ہے کہ شفاعت کے متعلق اللہ تعالیٰ کا اذن حاصل ہو جیسا کہ وہ فرماتا ہے مامن شفیع الا من بعد اذنہ (یونس۔4) کوئی شخص اس وقت تک شفیع نہیں بن سکتا جب تک شفاعت کے متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے اذن نہ ہو۔اگر محض گناہ شفاعت کا موجب ہوتا ہے جیسا کہ مسلمانوں میں عام طور پر خیال پایا جاتا ہے۔تو شفاعت کے لفظ اور رضاء اور اذن کی شرط کی کیا ضرورت تھی۔پھر تو کہنا چاہئے تھا کہ جو بھی گنہگار ہوگا محمد رسول اللہ ﷺ قیامت کے دن اس کی شفاعت فرمادیں گے۔

حقیقت یہی ہے کہ جب تک کوئی شخص رسول کریم ﷺ کا مثیل نہ بن جائے اس وقت تک وہ آپ ؐ کی شفاعت کا مستحق نہیں ہوسکتا۔''

(تفسیر کبیر جلد پنجم صفحہ 375 تا 377)

معبودان باطلہ کو شفاعت کا اختیار نہیں

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔

اور وہ لوگ جنہیں وہ اس کے سوا پکارتے ہیں شفاعت کا کوئی اختیار نہیں رکھتے۔سوائے ان لوگوں کے کہ جو حق بات کی گواہی دیتے ہیں اور وہ علم رکھتے ہیں۔ (الزخرف۔87)

حضرت اقدس مسیح موعود فرماتے ہیں۔

''مشرک لوگ بھی اپنے معبودوں سے عبث طور پر مدد طلب کرتے ہیں جس پر کوئی فائدہ مترتب نہیں ہوسکتا گو کوئی مقرب الٰہی ہو مگر کسی کی مجال نہیں کہ خوانخواہ سفارش کر کے کسی مجرم کو رہا کرادے خدا کا علم ان کے پس و پیش پر محیط ہو رہا ہے اور ان کو خدا کے علوم سے صرف اسی قدر اطلاع ہوتی ہے جن باتوں پر وہ آپ مطلع کرے اس سے زیادہ نہیں۔

(براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد اول، صفحہ 436)

اطلاعات و اعلانات

نوٹ: اعلانات صدر/امیر صاحب حلقہ کی تصدیق کے ساتھ آنا ضروری ہیں۔

ولادت

مکرم شہباز احمد صاحب کارکن خدام الاحمدیہ پاکستان ربوہ تحریر کرتے ہیں۔

خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل ورحم کے ساتھ میرے منجھلے بیٹے مکرم عطاء الکلیم صاحب جے ایس بینک گولبازار ربوہ اور بہو مکرمہ حمیرہ کلیم صاحبہ کو مورخہ یکم دسمبر 2013ء کو ایک بیٹی کے بعد پہلے بیٹے سے نوازا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس کا عبدالمقیت نام عطا فرمایا ہے اور ازراہ شفقت وقف نو کی مبارک تحریک میں بھی منظوری عطا فرمائی ہے۔ نومولود مکرم محمد بشیر صاحب دارالعلوم غربی کا نواسہ اور حضرت میاں محمد دین صاحب آف اونچا مانگٹ ضلع حافظ آباد رفیق حضرت مسیح موعود کی نسل سے ہے۔ احباب سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نومولود کو نیک، صالح، خادم دین، جماعت اور والدین کیلئے باعث عزت و قابل فخر وجود، صحت وسلامتی والی لمبی فعال زندگی والا اور والدین کیلئے قرۃ العین بنائے۔ آمین

نکاح

مکرم ثناء اللہ ورک صاحب ربوہ تحریر کرتے ہیں۔

میرے بھائی مکرم عطاء اللہ ورک صاحب ابن مکرم منصور احمد ورک صاحب جرمنی کے نکاح کا اعلان مورخہ 13 نومبر 2013ء کو بعد نماز جمعہ بیت الحمد گل روڈ گوجرانوالہ میں مکرمہ ماریہ امین صاحبہ بنت مکرم چوہدری محمد امین مہار صاحب عمران کالونی گوجرانوالہ کے ساتھ مکرم مختار احمد ملہی صاحب امیر ضلع گوجرانوالہ نے کیا۔ دولہا مکرم چوہدری مقصود احمد ورک صاحب کا پوتا ہے۔ احباب سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جانبین کیلئے ہر لحاظ سے یہ رشتہ بابرکت فرمائے اور اس جوڑے پر ہمیشہ پیار کی نظر ڈالے اور مثمر ثمرات حسنہ بنائے۔ آمین

درخواست دعا

مکرم ساجد محمود بٹ صاحب کارکن دفتر امانت وخزانہ صدر انجمن احمدیہ ربوہ تحریر کرتے ہیں۔

خاکسار کی عزیزہ محترمہ نائلہ ناصر صاحبہ اہلیہ مکرم ناصر احمد صاحب دارالفضل ربوہ کے پتے کا دو دفعہ آپریشن ہوا۔ جس میں پیچیدگی ہونے پر سروسز ہسپتال لاہور میں میجر آپریشن ہوا۔ تقریباً ایک ماہ گزر جانے کے بعد بھی پیچیدگیاں ہیں اور صحت مکمل بحال نہیں ہوئی۔ احباب جماعت سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ عزیزہ کو صحت کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے اور جملہ پیچیدگیوں سے محفوظ رکھے۔ آمین

سانحہ ارتحال

مکرم عبدالصمد خان صاحب کارکن دفتر مجلس انصار اللہ پاکستان ربوہ تحریر کرتے ہیں۔

میری والدہ محترمہ جنت بی بی صاحبہ اہلیہ مکرم لعل احمد خان صاحب مورخہ 14 دسمبر 2013ء کو بقضائے الٰہی وفات پاگئیں۔ وفات کے وقت ان کی عمر 62 برس تھی۔ مورخہ 14 دسمبر بعد نماز مغرب بیت المبارک میں مکرم مرزا محمد الدین ناز صاحب ایڈیشنل ناظر تعلیم القرآن نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور قبرستان عام میں تدفین کے بعد مکرم حافظ مظفر احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ پاکستان نے دعا کروائی۔ مرحومہ نے پسماندگان میں چھ بیٹے اور ایک بیٹی سوگوار چھوڑی ہیں۔ مرحومہ نیک، نماز روزہ کی پابند اور قرآن کریم کی دلی محبت سے تلاوت کرنے والی تھیں۔ احباب سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کا حامی وناصر ہو۔ آمین

سانحہ ارتحال

مکرم خواجہ عبدالغفار صاحب سیکرٹری اصلاح وارشاد دارالرحمت وسطی ربوہ تحریر کرتے ہیں۔

میری ہمشیرہ محترمہ زینب بی بی صاحبہ اہلیہ مکرم رانا رحمت اللہ صاحب مرحوم مورخہ 27/ اگست 2013ء کو وفات پاگئیں۔ مرحومہ کی نماز جنازہ اسی دن بعد نماز عصر بیت المبارک میں مکرم حافظ مظفر احمد صاحب نے پڑھائی اور بہشتی مقبرہ میں تدفین کے بعد مکرم ضمیر احمد ندیم صاحب مربی سلسلہ نے دعا کروائی۔ مرحومہ کی اپنی کوئی اولاد نہیں تھی۔ شوہر کی وفات کے بعد مرحومہ اپنے رشتہ داروں کے ہاں مقیم رہیں۔ جنہوں نے خوب خدمت کی۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔ شوہر کی وفات کے بعد کوئی ذاتی ذریعہ آمد نہ ہونے کے باوجود چندہ وصیت عزیز واقارب کی طرف سے ملنے والی مالی امداد سے برابر ادا کرتی رہیں۔ مرحومہ دعا گو اور ہر ایک جاننے والے سے پیار و محبت کا سلوک کرنے والی تھیں۔ خاکسار کے بچوں سے والہانہ محبت کرتی تھیں۔ احباب سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کے درجات بلند کرے اور اپنی مغفرت کا سلوک فرمائے۔ آمین

سانحہ ارتحال

مکرم سید شاہد احمد صاحب کارکن نظارت امور خارجہ تحریر کرتے ہیں۔

خاکسار کی والدہ مکرمہ سیدہ امۃ السلام مصدق صاحبہ اہلیہ مکرم سید مصدق احمد شاہ صاحب مرحوم مورخہ 11 دسمبر 2013ء کو بقضائے الٰہی وفات پاگئیں۔ آپ گزشتہ چار ماہ سے بعارضہ فالج علیل تھیں اور تقریباً نیم بے ہوشی کی حالت میں تھیں۔ مرحومہ خدا کے فضل سے موصیہ تھیں۔ 1975ء میں وصیت کے بابرکت نظام میں شمولیت کی توفیق پائی۔ آپ شفیق اور محبت کرنے والی والدہ اور فرمانبردار، وفا شعار اور خدمت گزار بیوی تھیں۔ پردہ پوشی سے ضرورت مندوں کی مدد کرنے والی اور پنجوقتہ نماز کی پابند اور تہجد گزار خاتون تھیں۔ تکلیف اور بیماری میں بھی کبھی نماز نہیں چھوڑی۔ خواہ لیٹ کر ہی نماز ادا کرنی پڑے۔ قرآن کا ایک بڑا حصہ زبانی یاد تھا۔ اسی طرح مسنون دعائیں بھی کافی زیادہ یاد کر رکھی تھیں اور اکثر اوقات ان دعاؤں کا اور درود شریف کا ورد کرتی رہتی تھیں۔ کافی سال پہلے جب لجنہ اماء اللہ پاکستان کی جانب سے قصیدہ یاد کرنے کی تحریک ہوئی تو خدا کے فضل سے مکمل قصیدہ زبانی یاد کیا اور مرکز سے سند حاصل کی۔ ساری عمر بچوں سے انتہائی محبت وشفقت کا سلوک کیا۔ محلّہ کی سطح پر سیکرٹری تربیت لجنہ اماء اللہ کی ذمہ داری لمبا عرصہ تک نبھانے کی توفیق پائی۔ ہر کسی کے دکھ درد میں شامل ہوتی رہیں۔ سادہ مزاج تھیں اور قناعت اور صبر ورضا کا عظیم پیکر تھیں۔ آخری بیماری کا بھی ہمت و بہادری سے مقابلہ کیا۔ مرحومہ مکرم رفیق مبارک میر صاحب وکیل المال ثانی تحریک جدید کی پھوپھو تھیں۔ مرحومہ کی نماز جنازہ اسی روز بعد نماز مغرب بیت المبارک میں محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر اعلیٰ وامیر مقامی نے پڑھائی اور بہشتی مقبرہ میں تدفین کے بعد محترم مولانا سلطان محمود انور صاحب ناظر رشتہ ناطہ نے دعا کروائی۔ مرحومہ نے پسماندگان میں خاکسار کے علاوہ پانچ بیٹے مکرم سید ظفر محمود صاحب لندن، مکرم سید نور مبین شاہ صاحب صدر جماعت دیونہ ماجرا ضلع گجرات، مکرم سید فوز العظیم محسن صاحب جرمنی، مکرم سید فرخ احمد شاہ صاحب امریکہ، مکرم سید اقبال احمد شاہ صاحب، چار بیٹیاں، متعدد پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں یادگار چھوڑی ہیں۔ احباب سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ سے مغفرت کا سلوک فرماتے ہوئے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور سب پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے۔ آمین

سانحہ ارتحال

مکرم رانا عبدالرزاق خاں صاحب لندن تحریر کرتے ہیں۔

میری چچی جان محترمہ خالدہ نصرت صاحبہ زوجہ مکرم رانا منظور احمد صاحب دارالنصر شرقی ربوہ بنت مکرم چوہدری سلطان علی صاحب آف چاہ دور ہٹہ ملتان عرصہ تین ماہ بیمار رہنے کے بعد مورخہ 30 نومبر 2013ء کو بعمر 57 سال قضائے الٰہی سے فضل عمر ہسپتال ربوہ میں وفات پاگئیں۔ اسی دن ان کی نماز جنازہ محترم عطاء المصور صاحب مربی سلسلہ احمدیہ نے پڑھائی اور تدفین مکمل ہونے پر محترم نصیب احمد صاحب صدر محلّہ دارالنصر شرقی محمود ربوہ نے دعا کرائی۔ مرحومہ کے پسماندگان میں دو بیٹے مکرم نورالاسلام خاں صاحب ربوہ اور مکرم حافظ منصور احمد خاں صاحب جرمنی، چار بیٹیاں، دو بھائی مکرم امجد علی صاحب انجینئر ملتان مکرم ناصر علی خالد صاحب کوٹ لکھپت لاہور اور ضعیف والد مکرم چوہدری سلطان علی صاحب چھوڑے ہیں۔ مرحومہ نیک اور پارسا خاتون تھیں اور سلسلہ احمدیہ سے بہت محبت رکھتی تھیں۔ بچوں کی تربیت بہت اچھی کی۔ احباب جماعت سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کے درجات بلند کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

انسپکٹر روزنامہ الفضل

مکرم محمد احمد مظفر علوی صاحب نمائندہ مینیجر روزنامہ الفضل آجکل توسیع اشاعت اور بقایاجات کی وصولی کیلئے دورہ پر ہیں تمام عہدیداران واحباب جماعت سے بھرپور تعاون کی درخواست ہے۔

مکرم خالد محمود صاحب انسپکٹر روزنامہ الفضل آجکل توسیع اشاعت، وصولی واجبات اور اشتہارات کیلئے ضلع لاہور کے دورہ پر ہیں احباب جماعت واراکین عاملہ اور مربیان کرام سے خصوصی تعاون کی درخواست ہے۔

مکرم رفیع احمد رند صاحب انسپکٹر روزنامہ الفضل آجکل توسیع اشاعت، وصولی واجبات اور اشتہارات کیلئے سندھ کے دورہ پر ہیں احباب جماعت واراکین عاملہ اور مربیان کرام سے خصوصی تعاون کی درخواست ہے۔

(مینیجر روزنامہ الفضل)

مشہور شہر

ایتھنز (ATHENS) یونان کا دارالحکومت

ایتھنز یونان کا سب سے بڑا شہر اور دارالحکومت ، یہ یونانی حکومت کی نشست گاہ اور ثقافتی مرکز ہے اس کا پرانا نام ایتھینائی ہے۔ یہ 38.00 درجے شمال اور 23.44 درجے مشرق کے مابین واقع ہے۔ عظیم ایتھنز کی آبادی 36 لاکھ نفوس پر مشتمل ہے۔ ابتداء میں اسے ایکروپولس کی 412 فٹ بلند پہاڑیوں کے اردگرد آباد کیا گیا تھا۔ آبادی کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ اس کے رقبے میں بھی اضافہ ہوتا چلا گیا اور چاروں طرف سے اس کی وسعت میں بتدریج اضافہ ہوا۔ سطح بحر سے اس کی بلندی 680 فٹ ہے۔

یہاں زمانہ قدیم کے آثار پائے جاتے ہیں جن میں پارتھینن ، اریکتھیم ، اتھینا ئک کا مندر تھیسم شامل ہیں۔ ایتھنز شہر میں پہلی آبادی کے آثار 3000 ق م میں پائے جاتے تھے 700 ق م میں یہ متحدہ ایتھنز کا صدر مقام تھا۔ 480 میں ایرانیوں نے اس پر قبضہ کرلیا۔ سکندراعظم کی وفات کے بعد اس کی شہرت کم ہوگئی مگر 529ء میں یہ بہت بڑا تعلیمی اور ثقافتی مرکز بن گیا۔ 1458 میں ترکوں نے اس شہر پر قبضہ کرلیا اور 1833ء تک یہاں ان کی حکومت قائم رہی۔ 1834ء میں یہ جدید یونان کا دارالحکومت قرار پایا۔ 1837ء میں یہاں یونیوسٹی قائم کی گئی۔

یہاں بیس بال ، بیٹس ، بجلی کے ٹرانسفارمرز ، مشینیں ، کاغذ کپڑا ، گھڑیال اور تاریں بنانے کی صنعتیں قائم ہیں۔

اس کے جنوب مشرق میں ہیڈرین کا دروازہ اولمپئن زئیس کا مندر واقع ہیں اس کے قریب ہی سنگ مرمر کا تعمیر کردہ سٹیڈیم ہے۔ یہ 330 ق م میں تعمیر کیا گیا 1896ء کی اولمپک کھیلوں میں اسے کھیلوں کے لیے کھول دیا گیا 1906ء کی اولمپک کھیلیں بھی یہیں منعقد ہوئیں۔

یہ شہر صدیوں تک اہل علم ودانش کا مرکز رہا ہے۔ اسی بناء پر اس شہر کو ثقافتی اعتبار سے بھی بڑی اہمیت حاصل ہے اسے مغربی ثقافت کی غیر متنازعہ ماں بھی کہتے ہیں۔ 457 ق م سے 429 ق م تک کا زمانہ فنون لطیفہ اور تعمیرات کے حوالے سے سنہری زمانہ کہلاتا ہے۔

پیرکلز (PERICLES) نے اہل سپارٹا سے جنگ کرکے اس شہر کو مزید مستحکم بنایا۔ پیرکلز مشہور فلسفی اینکسا گرس کا شاگرد تھا وہ دنیا کا پہلا شخص تھا جس نے بتایا تھا کہ دنیا کی تمام اشیاء چھوٹے چھوٹے ذروں سے مل کر بنی ہیں۔

نامور فلسفی سقراط اور افلاطون کا تعلق بھی اسی سرزمین سے ہے۔ 429 ق م میں شہر میں طاعون کی وبا پھیلنے سے اس کی ایک تہائی آبادی ہلاک ہوگئی جس میں پیرکلز بھی ہلاک ہوگیا۔ مشہور ڈرامہ نگاروں ایشیلس (AECHYLUS) یوری پیڈس (EURIPIDES) اور سفوکلیز (SOPHOLES) نے یہیں بیٹھ کر دنیا کے بہترین ڈرامے تخلیق کئے۔

قابل دید مقامات میں ایکروپولس (ACROPOLIS) بھی شامل ہے۔ جوکہ ایتھنز میں 260 بلند حصہ ہے جسے دنیا کے عظیم ترین عمارتی نمونوں سے زیادہ تر سائمن (CIMON) اور پیریکلز کے زمانے میں مزین کیا گیا۔ اس پر سنگ مرمر کا بنا ہوا معبد تقریباً 421-405 ق م میں تعمیر ہوا اس کا نقشہ نیسکلیز (MNESICLES) نے بنایا تھا۔ اس میں یونانی آئیونی طرز تعمیر کے بہترین نمونے ملتے ہیں۔

یہیں ایتھنا کا معبد پارتھینن بھی ہے جو 447-432 ق م میں تعمیر ہوا یہ یونانی عمارات کا ایک شاہکار ہے۔ چھٹی صدی عیسوی میں یہ معبد گرجا گھر میں تبدیل کردیا گیا اسے مسجد کے طور پر بھی استعمال کیا گیا۔ ترکوں نے اسے بارود خانہ بنالیا۔ اب اس کی عظمت رفتہ کو بحال کردیا گیا ہے۔

(امان اللہ امجد صاحب)

خبریں

مونالیزا کی شناخت کیلئے قبر کشائی اٹلی کے

شہر فلورنس میں سائنسدانوں نے ایک قبر کو دوبارہ کھود کر اُس میں موجود لاش کا ڈی این اے حاصل کیا ہے تاکہ لیونارڈو ڈیونچی کی معروف ماڈل مونالیزا کا پتا لگایا جاسکے۔ اس قبر میں لیزا گرار دینی کے خاندان کے لوگ دفن ہیں جو ریشم کے ایک تاجر کی بیوی تھیں۔ لیزا گرار دینی کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ وہ لیونارڈو ڈیونچی کی معروف تصویر کے لئے بطور ماڈل اس کے سامنے بیٹھی تھیں۔ ڈی این اے یہ تعین کرنے میں مدد دے گا کہ گزشتہ برس ایک گرجا گھر سے ملنے والی تین کھوپڑیوں میں سے لیونارڈو کی ماڈل کون سی ہے۔ ماہرین کئی صدیوں سے اس گتھی کو سلجھانے میں مصروف ہیں کہ پینٹنگ میں موجود مونا لیزا اصل میں کون سی عورت تھی۔ ڈی این اے حاصل کرنے کیلئے سائنسدانوں نے قبر کے اوپر تعمیر ایک گرجا گھر کے پتھر سے بنے فرش میں سوراخ کیا۔ لیزا گرار دینی 1542ء میں وفات پا گئی تھیں۔

(روزنامہ دنیا 12/اگست 2013ء)

تصاویری کتب سے بچے جلدی سیکھتے ہیں

ایک نئی تحقیق میں کہا گیا ہے کہ الفاظ کے بجائے تصاویری کتب بچوں کو سکول جانے سے قبل تعلیمی حوالے سے کافی آگے لے جاسکتی ہیں۔ محققین کا کہنا ہے کہ تصاویر دیکھ کر بچے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہیں جس سے ان کی زبان دانی بہتر ہوتی ہے اور کئی اہم باتیں سمجھانے کے لئے والدین کو زیادہ دقت نہیں کرنا پڑتی ، محققین کا کہنا ہے کہ تصاویری کتب بچوں اور بڑوں کے درمیان رابطے میں بھی آسانی پیدا کرتی ہیں۔

(روزنامہ دنیا 12/اگست 2013ء)

☆..........☆..........☆

ربوہ میں طلوع وغروب 21۔دسمبر

طلوع فجر	5:36
طلوع آفتاب	7:02
زوال آفتاب	12:06
غروب آفتاب	5:11

ایم ٹی اے کے اہم پروگرام

21 دسمبر 2013ء

1:25 am	دینی وفقہی مسائل
2:00 am	خطبہ جمعہ فرمودہ 20 دسمبر 2013ء
3:20 am	راہ ہدیٰ
6:00 am	حضورانور کا دورہ مغربی افریقہ
7:10 am	خطبہ جمعہ فرمودہ 20 دسمبر 2013ء
8:20 am	راہ ہدیٰ
10:05 am	لقاء مع العرب
12:00 pm	لجنہ اماء اللہ یوکے اجتماع 3/اکتوبر 2010ء
2:00 pm	سوال وجواب
4:00 pm	خطبہ جمعہ فرمودہ 20 دسمبر 2013ء
6:00 pm	انتخاب سخن Live
8:05 pm	جمہوریت سے انتہا پسندی تک
9:00 pm	راہ ہدیٰ Live
11:25 pm	لجنہ اماء اللہ یوکے اجتماع

خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ
αδσ
النور ڈیپارٹمنٹل سٹور
ماہانہ سامان پر FREE HOME DELIVERY
مہران مارکیٹ اقصیٰ روڈ ربوہ
پروپرائٹر: رانا احسان اللہ خاں
047-6215227, 0332-7057097

زکریا سٹیل
لاہور
0300-4005515
0301-8465533
ایم۔ایس۔سی۔آر۔سی۔جی پی
ای جی اور کلر شیٹ
ڈیلر۔
Tel: 042-37650510, 37658876, 27658938,37667414

FR-10

سچی بوٹی کی گولیاں
NASIR ناصر
ناصر دواخانہ رجسٹرڈ گولبازار ربوہ
PH:047-6212434

گل احمد اور نشاط کی مکمل ورائٹی
نیز بہترین فینسی ورائٹی کا مرکز
صاحب جی فیبرکس
www.sahibjee.com
ریلوے روڈ ربوہ: +92-47-6212310

Rehman Rubber Rollers
& Engineering Works
Manufacturers:
Paper, Chip Board and Tanneries Rolls
Marketing Managing Director:
Mujeeb-ur-Rehman
0345-4039635
Naveed ur Rehman
0300-4295130
Band Road Lahore.

فاتح جیولرز
www.fatehjewellers.com
Email:fatehjeweller@gmail.com
ربوہ فون نمبر: 0476216109
موبائل 0333-6707165

ایک نام مغل بینکوئیٹ ہال
کھانوں کے اعلیٰ معیار اور بہترین سروس کی ضمانت دی جاتی ہے
پروپرائٹر محمد عظیم احمد فون: 6211412,03336716317
لیڈیز ہال میں لیڈیز ورکرز کا انتظام
نیز کیٹرنگ کی سہولت میسر ہے
فون: 0336-8724962